

پیشکش

حبیب الامت، عارف باللہ

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

(شیخ الحدیث وصدر مفتی)

بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور سنجر پور

اعظم گڈھ یوپی انڈیا

خلیفہ ومجاز بیعت

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوریؒ

ناشر

مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ **دار العلوم** مہذب پور پوسٹ سنجرپور ضلع اعظم گڈھ یوپی (انڈیا)

نیل الفرقدین

فی

المصافحة بالیدین

بقلم:

حبیب الامت، عارف باللہ

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی

بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

ناشر

مکتبہ الحبیب، جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور

پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

نام کتاب: نیل الفرقدین فی المصافحۃ بالیدین

مصنف: حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

صفحات: ۶۴

تعداداشاعت: ۱۱۰۰

قیمت: ۴۵؍روپے

ناشر: مکتبۃ الحبیب، جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور
پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

ملنے کے پتے

۱- مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ، یوپی

۲۔ مکتبۃ الحبیب خانقاہ حبیب گوونڈی ممبئی

۳- مکتبۃ الحبیب و خانقاہ حبیب جھٹکاہی ڈھاکہ ضلع مشرقی چمپارن

۴- مکتبہ طیبہ متصل قاضی مسجد دیوبند ضلع سہارنپور



فہرست

عرض حبیب

زیرنظر رسالہ ''نیل الفرقدین فی المصافحۃ بالیدین'' ایک انتہائی اہم اور علمی موضوع پر محققانہ ومحدثانہ علمی مقالہ ہے۔ مصافحہ دو ہاتھ سے مسنون ہے یا صرف ایک ہاتھ سے؟ یہ ایک پرانا مختلف فیہ مسئلہ ہے اکابرینِ دیوبند کا معمول دو ہاتھ سے مصافحہ کا رہا ہے۔ اور آج بھی ہے۔ لیکن لامذہبیوں نے عصر حاضر میں اس مسئلہ کو بھی اٹھا کر عوام کو اصل سنت سے منحرف کرنے کی مہم شروع کردی ہے، حافظ عبد المتین میمن جونا گڈھی نے ''حدیثِ خیر وشر'' نامی کتاب لکھ کر اہل علم کو خواہ مخواہ چیلنج کیا ہے اور اس میں انہوں نے خاص طور پر دو ہاتھ سے مصافحہ کے مسئلہ کو اپنی طبع آزمائی کا ذریعہ بنایا ہے، بہت سے دوستوں کے اصرار پر خادم نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور احقاق حق اور احیاء سنت کی نیت سے کام شروع کیا بڑی کاوش کے بعد زیرنظر رسالہ تیار ہوا پوری کوشش اس بات کی کی کہ مسئلہ احادیث کی روشنی میں منقح ہوکر سامنے آجائے، چنانچہ کئی ماہ کی مسلسل کاوش کے بعد اردو زبان میں پہلا رسالہ دو ہاتھ سے مصافحہ کی مسنونیت پر قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہے ناکارہ کو یقین ہے کہ انشاء اللہ یہ رسالہ مسئلہ کی تنقیح میں کافی ووافی ثابت ہوگا۔

دعاء ہے کہ اللہ پاک اس کاوش کو قبول فرمائے۔ ذریعہ نجات بنائے۔

هو الحبيب الذى ترجى شفاعته   لكل هول من الأهوال مقتحم

مفتی حبیب اللہ قاسمی

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین، أما بعد!

هو الحبیب الذی ترجی شفاعته

لکل هول من الأهوال مقتحم

مصافحہ کی لغوی تحقیق:

مصافحہ عربی لفظ ہے اگر چہ بعض حضرات نے اس کو غیر عربی قرار دیا ہے، لیکن ان حضرات کی بات کو اہل لغت ومحدثین نے نا قابل التفات قرار دیا ہے۔ مصافحہ صرفی اعتبار سے باب مفاعلہ سے ہے اور یہ صفح یا صفحۃ سے ماخوذ ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی کی رائے یہ ہے کہ اس کا مادہ صفحۃ ہے، اس سے مراد ہتھیلی کو ہتھیلی سے ملانا ہے، صاحب قاموس فرماتے ہیں مصافحہ کے معنی ہاتھ پکڑنے کے ہیں جس طرح ''تصافح'' کے معنی ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنا ہے، قاموس کے شارح صاحب تاج العروس لکھتے ہیں مصافحہ کا اطلاق اس وقت کیا جائے گا جب ایک شخص اپنی ہتھیلی کا باطنی حصہ دوسرے شخص کی ہتھیلی کے باطنی حصہ سے ملا دے، صاحب لسان العرب اور صاحب اساس نے مصافحہ کی تشریح ان الفاظ سے کی ہے، ''ہتھیلی کو ہتھیلی سے چپکا دینا اور چہرہ سے ایک کا دوسرے کی طرف متوجہ ہونا''، ملا علی قاری نے بھی تقریباً مصافحہ کا

یہی مفہوم بیان کیا ہے (عون المعبود ۴/۵۲۱، تحفۃ الاحوذی ۷/۵۱۳، فتح الباری ۱۱/۵۴، مرقاۃ ۴/۴/۵۷)۔

مصافحہ کی شرعی تحقیق:

مصافحہ کے لغوی معنی کی رعایت کے ساتھ مسنون طریقہ کے مطابق سلام کے بعد ملاقات کے وقت سنت کی نیت سے مصافحہ کرنا یقیناً باعث اجر وثواب ہے، اگر کسی شخص نے صرف چند انگلیاں یا ایک انگلی پکڑی تو وہ مصافحہ نہیں کہلائے گا، اگر کسی نے ہتھیلی کا ظاہری حصہ دوسرے کی ہتھیلی کے ظاہری یا باطنی حصہ پر رکھ دیا تو شرعی اعتبار سے یہ بھی مصافحہ نہیں ہے، اگر کسی نے صرف بائیں ہاتھ سے بلا عذر شرعی یا طبعی مصافحہ کیا تو شرعاً اس پر بھی مصافحہ کا اطلاق نصوص احادیث کے خلاف ہے، دوسرے شخص کی مشغولیت کی وجہ سے کلائی کو مصافحہ کرنے والے نے پکڑ لیا یا مس کر لیا اس کو بھی شرعاً مصافحہ نہیں کہیں گے، بلا عذر شرعی یا طبعی مصافحہ میں ایک نے دوسرے کی ہتھیلی کو صرف مس (ٹچ) کیا تو شرعاً یہ بھی مصافحہ نہیں چونکہ بعض حضرات نے ''الصاق'' کی قید لگائی ہے، اسی طرح اگر کسی نے کپڑے کے اوپر سے مصافحہ کیا تو وہ بھی مصافحہ معتبر نہیں مصافحہ بغیر حائل کے ہونا چاہئے (اوجز ۶/۱۹۳)۔

اگر کسی نے مصافحہ کیا لیکن بلا عذر شرعی یا طبعی چہرہ دونوں کا دوطرف ہے آمنے سامنے نہیں تو شرعاً اس پر کامل مصافحہ کا اطلاق نہیں کیا جائے گا، چونکہ مصافحہ کے مفہوم میں اقبال وجہ داخل ہے اگر مصافحہ میں تسلیم قولی کی تاکید ملحوظ نہیں رکھی گئی تو

مقصد ومقصود کے اعتبار سے یہ شرعی مصافحہ نہیں ہوگا۔ اگر طرفین میں سے ایک نے بھی تسلیم قولی کی تاکید کو پیش نظر رکھا تو اس کے حق میں یہ مصافحہ شرعاً تام ہوگا۔ اگر بغیر سلام کئے صرف مصافحہ کیا گیا تو شرعاً فعل عبث کے مترادف ہے چونکہ سلام کا تتمہ مصافحہ کو قرار دیا گیا ہے، چونکہ یہ ایک شرعی عمل ہے اسلئے اس میں الفاظ اوقات مقامات کے اعتبار سے ان سارے نکات کوملحوظ رکھنا ضروری ہے جن کا لحاظ شریعت نے کیا ہے لہذا کسی چیز کا ترک یا کسی جز کا اضافہ یقیناً شرعاً غیر مقبول ہوگا۔

مصافحہ کی شرعی حیثیت:

مصافحہ نبوی، شرعی معمول بہا، متوارث مستحسن، مقبول، ماجور عمل ہے، ابوبکر الرویانی نے اپنی کتاب ''مسند'' میں پوری سند کے ساتھ حضرت براء بن عازبؓ کی روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں ''میں نے ایک بار اللہ کے رسول ﷺ سے ملاقات کی تو آپ نے مجھ سے مصافحہ فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) میں تو مصافحہ کو عجمیوں کا طریقہ اور ان کا شعار سمجھتا تھا، آپ نے فرمایا ہم مصافحہ کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس طرح حضرت براء بن عازب کے ذہن میں مصافحہ کے بارے میں جو عجمیوں کا تصور تھا وہ دور ہوگیا اور ایک اسلامی ومقبول عمل کے تصورات پیدا ہوگئے (فتح الباری ۱۱/۵۵)۔

سارے صحابہ وتابعین، فقہاء ومحدثین سلفاً وخلفاً مصافحہ کے جواز کے قائل ہیں (فتح الباری ۱۱/۵۵)۔

بلکہ ابن بطال نے عام علماء کے نزدیک اس عمل کا مستحسن ہونا نقل کیا ہے (عمدۃ القاری۲۲/۲۵۲) البتہ ابن عبدالبر نے بحوالہ ابن وہب حضرت امام مالک سے کراہیت کا قول نقل کیا ہے (فتح الباری۱۱/۵۵) لیکن علامہ عینی کی تصریح کے مطابق حضرت امام مالک بھی مصافحہ کے استحباب کے قائل ہوگئے تھے، "**وقد استحبها مالک بعد کراهته**" (عمدۃ القاری۲۲/۲۵۲، عون المعبود۴/۵۲۲)، اگر چہ ابتداءً حضرت امام مالکؒ کے کراہیۃ کے قائل ہونے کی وجہ سے سحنون مالکی اور دوسرے بہت سے مالکیہ کراہیت کے قائل ہوگئے تھے لیکن امام مالکؒ کے اس اسلوب سے جو موطا میں ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام مالکؒ بھی جواز بلکہ استحباب کے قائل ہوگئے تھے، امام ابہری نے کراہیت کے قول کی تاویل یہ کی ہے کہ یہ تکبر پر محمول ہے جب مصافحہ علی وجہ التکبر ہو تب مکروہ ہے ورنہ نہیں (بذل المجہود۲۰/۱۴۸)۔ امام نووی فرماتے ہیں ملاقات کے وقت سلام کے بعد مصافحہ سنت ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے، "**المصافحة سنة مجمع عليها عند التلاقي**" (عمدۃ القاری۲۲/۲۵۲)۔ بلکہ صاحب تحفہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے مصافحہ کو سنت مؤکدہ قرار دیا ہے، "**فإن المصافحة سنة مؤكدة**" (تحفۃ الاحوذی۷/۵۱۶)۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مصافحہ کے جائز بلکہ سنت ہونے میں کوئی کلام نہیں اس عمل کا مسنون ہونا کم از کم متفق علیہ ہے اور سلفاً وخلفاً مسلسل اس پر عمل ہوتا رہا ہے سرکار دو عالم ﷺ کے مبارک دور سے آج تک یہ عمل باقی وجاری ہے۔

مصافحہ کا وقت مشروع:

جس طرح شریعت نے مصافحہ کا طریقہ بتلایا ہے اسی طرح اس کا وقت مشروع بھی بتلایا ہے لہذا اگر کسی نے شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ کے خلاف مصافحہ کیا تو وہ مصافحہ شرعاً معتبر نہیں اسی طرح اگر کسی نے اس وقت کے علاوہ اوقات میں مصافحہ کیا جو وقت مصافحہ کے لئے مشروع نہیں تو یہ مصافحہ بھی معتبر نہیں اس وقت اس عمل پر نبوی اور مسنون ہونے کی مہر نہیں لگے گی اس لئے یہ معلوم کر لینا بھی ضروری ہے کہ مصافحہ کا وقت مشروع کونسا ہے تو حضرات محدثین وفقہاء نے روایات کی روشنی میں اس کی تصریح کی ہے کہ مصافحہ کا وقت مشروع ملاقات ہے یعنی جب کسی کی کسی سے ملاقات ہو تو سلام کے بعد مصافحہ کرے لہذا اگر کسی شخص سے ملاقات ہوئی اور ملاقات کے وقت مصافحہ نہیں کیا اور دونوں اپنے اپنے کام میں مصروف ہو گئے اس کے بعد مصافحہ کیا تو یہ مصافحہ غیر مشروع وقت میں ہوا لہذا اس کو مسنون مصافحہ نہیں کہیں گے۔

”فإن محل المصافحة المشروعة أول الملاقاة وقد يكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة ويتصاحبون بالكلام ومذاكرة العلم وغيره مدة مديدة ثم إذا صلوا يتصافحون فأين هذا من السنة المشروعة ولهذا صرح بعض علمائنا بأنها مكروهة من البدع المذمومة، اه، واعلم أن هذه المصافحة مستحبة عند كل لقاء، قال النووی المصافحة سنة مجمع عليها عند التلاقی“(عون المعبود ۴/۵۲۱)۔

مصافحہ کی ابتداء:

امام ابوداؤد نے اپنی کتاب ''سنن'' میں حضرت انسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ جب اہل یمن بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا تمھارے پاس یمن والے آ گئے یہی لوگ سب سے پہلے مصافحہ لے کر آئے، ''وہم اُول من جاء بالمصافحۃ'' (ابوداؤد۲/۳۵۲) ظاہر الفاظ حدیث سے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مصافحہ کی ابتداء یمنیوں سے ہوئی لیکن حضرات محدثین فرماتے ہیں اس سے مراد کثرت اور شیوع ہے یعنی کثرت سے مصافحہ اور مصافحہ کو کثرت کے ذریعہ پھیلانے میں یمنیوں کو اولیت حاصل ہے چونکہ روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مصافحہ کا رواج ان سے پہلے صحابہ کرام میں تھا چنانچہ امام بخاری نے اپنی کتاب ''الجامع الصحیح'' میں بحوالہ قتادہ حضرت انسؓ ہی کی دوسری روایت نقل کی ہے حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے سوال کیا، کیا مصافحہ کا رواج صحابہ کرام میں تھا؟ حضرت انسؓ نے فرمایا ہاں (فتح الباری ۱۱/۵۴)۔

اسی طرح امام بخاری و امام مسلم نے حضرت کعب بن مالک کی روایت نقل کی ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت کعب بن مالک مسجد میں داخل ہوئے اللہ کے رسول ﷺ کی موجودگی میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ تیزی کے ساتھ حضرت کعب کی طرف بڑھے اور سلام کر کے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی (عون المعبود۴/۵۲۲، وبذل المجہود ۵/۳۲۵)۔

کثرت مصافحہ:

ابوداؤد شریف کی روایت سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ کثرت سے مصافحہ کرنے والے یمنی ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو جس انداز سے بیان کیا اس میں یمنیوں کی پذیرائی ہے اس سے معلوم ہوا کہ کثرت مصافحہ معیوب و مذموم نہیں بلکہ مستحسن ہے، مصافحہ کو تتمہ سلام کہا گیا ہے لہذا جب کسی کو سلام کیا جائے اس سے مصافحہ کرنے پر اجر ہی ملے گا دنیوی واخروی منافع کے تذکرہ کے ضمن میں بھی انشاء اللہ یہ بات آئے گی اور ان منافع کا بھی تقاضا یہی ہے کہ مصافحہ کثرت سے کیا جائے، حضرت ابوذرؓ سے ایک صاحب نے سوال کیا، کیا اللہ کے رسول ﷺ آپ لوگوں سے ملاقات کے وقت مصافحہ کرتے تھے؟ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا: "**ما لقيته قط إلا صافحني**" ۔

جب جب ملاقات ہوئی سلام کے بعد آپ نے مصافحہ کیا، اخرجہ ابوداؤد واحمد (اوجز ۶/۱۹۲، عون المعبود ۴/۵۲۲)، بعض لوگ مصافحہ کو طویل سفر سے آمد یا طویل سفر کے لئے روانگی کے ساتھ خاص کرتے ہیں لیکن ان حضرات کی یہ تخصیص بلاوجہ ہے روایات وتعامل سلف اس انداز کے تخصیصی اشارات سے خالی ہیں اس لئے سلام کے ساتھ مصافحہ کو جتنا رواج دیا جائے بہتر ہے اس میں ایک سنت کا احیاء اور اس کی ترویج ہے۔

مصافحہ کے منافع دنیویہ:

حضرت رسول کریم ﷺ کا بتلایا ہوا معمول بہا پسندیدہ عمل اور وہ اجر سے خالی ہو، ہو ہی نہیں سکتا، اخروی اجر وثواب کے ساتھ آپ کے بتلائے ہوئے اعمال میں دنیوی منافع بھی ضرور ہوتے ہیں، چنانچہ مصافحہ کے دنیوی منافع میں سے سب سے اہم نفع یہ ہے کہ اس سے دل کی کدورتیں (غل، حقد، ضغانہ، عداوۃ) دور ہوتی ہیں، کینہ، حسد، بغض وعداوت کو دور کرنے کا یہ نبوی طریقہ ہے۔ ارشاد فرمایا: "تصافحوا يذهب الشحناء" مصافحہ کیا کرو اس سے حسد، بغض، عداوت ختم ہوجائے گی، امام مالکؒ نے مؤطا میں اس روایت کونقل فرمایا ہے(اوجز ۶/ ۱۹۲)، اور سینہ کینہ سے اور دل حسد بغض وعداوت سے جب خالی ہوجائے گا تو یقیناً اس میں محبت پیدا ہوگی اور مصافحہ محبت کے پیدا کرنے اور اس میں اضافہ کرنے میں معاون وممد ثابت ہوگا چنانچہ اسی وجہ سے علامہ کرمانی شارح بخاری فرماتے ہیں: "المصافحة الأخذ باليد وهو مما يولد المحبة" مصافحہ سے محبت پیدا ہوتی ہے(عمدۃ القاری ۲۲/ ۲۵۲)۔

اسی طرح علامہ منذری فرماتے ہیں:"وهي ما تثبت الود وتأكد المحبة" مصافحہ مثبت ومؤکد محبت ہے(عون المعبود ۴/ ۵۲۲)، ایک بار کا واقعہ ہے جب حضرت کعب بن مالک کی توبہ قبول ہوئی تھی نماز کے لئے حضرت کعب مسجد نبوی میں تشریف لائے اللہ کے رسول ﷺ تشریف فرما تھے آپ کی موجودگی میں حضرت

طلحہ تیزی کے ساتھ حضرت کعب کی طرف بڑھے، اور سلام کر کے مصافحہ کیا اور قبولیت توبہ پر مبارکبادی دی، حضرت کعب بن مالک کو یہ بات زندگی بھر یاد رہی اور فرماتے تھے کہ میں طلحہ کے مصافحہ کو بھول نہیں سکتا (قالہ المنذری کمافی عون المعبود ۴/۵۲۲)۔

مصافحہ کے منافع اخرویہ:

دنیوی منافع کے بعد اخروی منافع بھی ذکر کیے جاتے ہیں:

(۱) امام ترمذی وابوداؤد وابن ماجہ نے بروایت حضرت براء بن عازبؓ یہ حدیث نقل کی ہے اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا جب دو مسلمان کی آپس میں ملاقات ہوتی ہے اور دونوں سلام کر کے مصافحہ کرتے ہیں تو دونوں کے جدا ہونے یا مصافحہ سے فارغ ہونے سے پہلے مغفرت کر دی جاتی ہے (تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ۷/۵۱۷، عون المعبود شرح ابی داؤد ۴/۵۲۱)۔

(۲) ابن السنی نے بروایت حضرت انسؓ یہی حدیث قدرے تفاوت الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ایسے دو بندے جن کے درمیان صرف اللہ واسطے محبت ہو جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور سلام کے بعد مصافحہ کرتے ہیں تو ان دونوں کے جدا ہونے سے قبل ان کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں (تحفہ ۷/۵۱۸)۔

(۳) حافظ عبد العظیم المنذری نے اپنی کتاب الترغیب والترہیب میں بحوالہ امام طبرانی حضرت حذیفہ بن الیمان کی روایت نقل کی ہے اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا مؤمن جب مؤمن سے ملتا ہے اور سلام کر کے مصافحہ کرتا ہے تو دونوں

کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح درخت کے پتے جھڑا کرتے ہیں، ”تناثرت خطایاهما کما یتناثر ورق الشجر“۔

(۴) امام طبرانی نے سند حسن کے ساتھ حضرت سلمان فارسیؓ کی روایت نقل کی ہے، ”اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ملتا ہے اور اس سے سلام کے بعد مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح پت جھڑ کے زمانہ میں خشک درختوں سے پتے جھڑا کرتے ہیں اور دونوں کی مغفرت کردی جاتی ہے دونوں کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔ اشارہ ہے کثرت کی طرف یعنی بہت زیادہ گناہ ہوں تب بھی معاف ہوجاتے ہیں (تحفۃ الاحوذی ۵۱۸/۷)۔

(۵) ابویعلی، بزار، امام احمد نے بروایت انسؓ یہ حدیث نقل کی ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا جب دو مسلمان ملاقات کے وقت ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں تو (اللہ کے وعدہ کے مطابق) اللہ پر واجب ہوجاتا ہے کہ ان دونوں کی دعا قبول کرے اور مصافحہ سے فارغ ہونے سے پہلے ان دونوں کی مغفرت کردے (رجال احمد رجال الصحیح) امام احمد کی سند کے رجال صحیح کے رجال ہیں، اسی مضمون کی ایک دوسری حدیث ہے جس کے راوی حضرت ابوامامہؓ ہیں امام طبرانی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

(۶) صاحب کنز العمال نے بروایت ابن النجار حضرت عبد اللہ بن عمر کی حدیث نقل کی ہے جو مسلمان کسی مسلمان سے اس حال میں مصافحہ کرتا ہے کہ دونوں کا

دل ایک دوسرے سے صاف ہوتا ہے کسی کے دل میں کسی کی طرف سے بغض، عداوت، کینہ، حسد جیسے امراض مہلکہ نہیں ہوتے تو دونوں کی مغفرت جدا ہونے سے پہلے کردی جاتی ہے۔

(۷) کنز العمال ہی میں دوسری روایت حضرت براء بن عازب کی ہے فرماتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جب دو مسلمان مصافحہ کرتے ہیں اور مصافحہ کے لئے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتے ہیں اور یہ مصافحہ صرف اللہ واسطے ہوتا ہے تو مصافحہ ختم ہونے سے پہلے اللہ پاک دونوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں (اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک ۱۹۳/۶)۔

مصافحہ کے وقت کی دعاء:

حضرت انسؓ کی روایت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مصافحہ کے وقت کی دعاء ضرور قبول ہوتی ہے لہذا اس دعاء کا جاننا بھی ضروری ہے جو مصافحہ کے وقت پڑھی جاتی ہے، احادیث میں مصافحہ کرتے وقت حمد و استغفار کا تذکرہ ہے، چنانچہ ابن السنی نے حضرت براء بن عازب کی روایت نقل کی ہے جس میں یہ ہے "جب دو مسلمان ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں اور دونوں اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں یعنی الحمد للہ کہتے ہیں اور دونوں استغفار کرتے ہیں تو اللہ پاک دونوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔ اسی وجہ سے صاحب عون المعبود لکھتے ہیں مصافحہ کے وقت حمد واستغفار مستحب ہے یعنی مصافحہ کرنے والا، "یغفر الله لنا ولکم" کہے اور جب خیریت معلوم ہوجائے تو

الحمد للہ کہے، اس طرح حمد واستغفار پر عمل ہوجائے گا، "وإنه يستحب عند المصافحة حمد الله تعالى والاستغفار وهو قوله يغفر الله لنا ولكم" (عون المعبود ۴/۵۲۱)۔

مصافحہ کے وقت کی نبوی دعاء:

لیکن احادیث وروایات کے دیکھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حمد واستغفار کے علاوہ دوسری دعاؤں میں بھی کوئی مضائقہ نہیں چنانچہ ابن السنی نے بروایت حضرت انسؓ یہ حدیث نقل کی ہے، اللہ کے رسول ﷺ جب کسی کا ہاتھ مصافحہ کے لئے پکڑتے تو "ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة" پڑھے بغیر اس کا ہاتھ نہیں چھوڑتے (عون المعبود ۴/۵۲۱)۔اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ مصافحہ کے وقت "ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة" بھی پڑھنا چاہئے۔

مصافحہ کے وقت سر خم کرنے کا حکم:

مصافحہ کے وقت سر کو خم کرنا رکوع کے قریب ہوجانا یہ بھی غلط ہے، چنانچہ امام ترمذی نے بروایت حضرت انسؓ حدیث نقل کی ہے، ایک صاحب نے اللہ کے رسول ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ ہم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کے لئے جھک جائے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں (ترمذی ۲/۹۷)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری نے بھی فتح الباری میں بحوالہ ترمذی اس روایت کو نقل کیا ہے (۱۱/۵۵)، اسی وجہ سے اسلاف میں سے حضرت مولانا فتح محمد

صاحب نے خلاصۃ التفاسیر میں اس مسئلہ پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے: ''اس قدر جھکنا کہ قریب برکوع ہوجائے جائز نہیں'' (خلاصۃ التفاسیر ۱/۴۱۹)، اس لئے مصافحہ کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے تاکہ یہ مبارک عمل کسی منکر اور غیر شرعی فعل سے آمیز نہ ہو۔

مصافحہ کے بعد ہاتھ چومنا:

اسی طرح مصافحہ کے بعد ہاتھ چومنا بھی غلط ہے لیکن یہ ذہن میں رہے کہ اپنے ہاتھ کی بات ہے اگر جس سے مصافحہ کیا ہے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ وہ عالم متقی ہو یا مرشد و استاذ ہو یا صالح و عادل بادشاہ ہو صحابہ کرام سے اللہ کے رسول ﷺ کے دست مبارک کو بوسہ دینا ثابت ہے، چنانچہ امام ابوداؤد نے کتاب الادب میں مستقل ترجمہ قائم کیا ہے، ''باب فی قبلۃ الید'' اور اس ترجمہ کے تحت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت نقل کی ہے، **''فدنونا يعني من النبي ﷺ فقبلنا يده''** ہم نے اللہ کے نبی ﷺ کے قریب ہوئے اور دست مبارک کو بوسہ دیا (بذل المجہود شرح ابی داؤد ۲۰/۱۶۱)، اس انداز کی روایت بہت سے محدثین نے نقل کی ہے اسی وجہ سے محدثین وفقہاء نے اس کی اجازت دی ہے البتہ اپنے ہاتھ کو مصافحہ کے بعد چومنا مکروہ ہے، **''تقبيل يد نفسه إذا لقي غيره فهو مكروه فلا رخصة فيه''** (درمختار ۵/۲۴۵)۔

''قال النووي تقبيل يد الرجل لزهده وصلاحه أو علمه أو

شرفه أو صيانته أو نحو ذلک من الأمور الدينية لا يکره بل يستحب فإن کان لغناه أو شوکته أو جاهية عند أهل الدنيا فمکروه شديد الکراهة وقال أبوسعيد المتولی لا يجوز" (فتح الباری ۱۱/۵۷)۔

مصافحہ کے بعد ہاتھ سینے پر پھیرنا:

اسی طرح مصافحہ کے بعد ہاتھ کو سینہ پر پھیرنا بھی کسی حدیث سے ثابت نہیں، اس لئے یہ عمل بھی غلط ہے، ممکن ہے کہ بعض لوگوں کو اس سے دھوکہ ہوا ہو کہ جس طرح دعاء کے بعد ہاتھ کو چہرہ پر پھیرا جاتا ہے اسی طرح مصافحہ کے بعد بھی ہاتھ کو سینہ پر پھیرنا چاہئے لیکن یہ قیاس غلط ہے اس لئے کہ دعاء کے بارے میں حدیث پاک میں ہے جب بندہ اللہ کے سامنے اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلاتا ہے تو اللہ کو حیا آتی ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی واپس کردے "إن الله يستحيی أن يردهما صفراً" (ترمذی شریف) اس لئے حکم دیا گیا ہے کہ دعاء کے بعد چہرہ پر ہاتھ کو پھیر لیا جائے لیکن اس طرح کی کوئی بات مصافحہ کے بارے میں نہیں ملتی۔

عورت وامرد سے مصافحہ کا حکم:

اسی طرح عورت وامرد لڑکے سے مصافحہ کرنا بھی منع ہے جن کو دیکھنا جائز نہیں ان کو چھونا بھی جائز نہیں چھونے میں فتنہ زیادہ ہے، اس لئے منع کیا گیا ہے، الا یہ کہ عورت بوڑھی غیر مشتہاۃ ہو تو اس سے مصافحہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ثابت ہے کہ بوڑھی غیر مشتہاۃ عورتوں سے آپ سلام کر کے

مصافحہ کیا کرتے تھے لیکن اگر جوان ہوتب مصافحہ کی ہرگز اجازت نہیں اسی طرح امرد سے بھی ہرگز مصافحہ نہ کیا جائے علامہ عینی شارح بخاری فرماتے ہیں:

"ویستثنی من عموم الأمربالمصافحة المرأة الأجنبية والأمرد الحسن" (عمدۃ القاری شرح بخاری ۲۲/۲۵۲)۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری کے حوالہ سے صاحب عون المعبود شارح ابی داؤد نے بھی اسی انداز کی بات نقل کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: "قال الحافظ ویستثنی من عموم الأمر بالمصافحة المرأة الأجنبية والأمرد الحسن" (عون المعبود ۴/۵۲۱، فتح الباری ۱۲/۵۵)۔

محارم سے مصافحہ کا حکم:

حضرات فقہاء ومحدثین نے جہاں عورتوں سے مصافحہ کی ممانعت فرمائی ہے وہاں اجنبیہ کی قید لگائی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورت اجنبیہ نہ ہو بلکہ محارم میں سے ہو جیسے ماں، بہن، خالہ، پھوپھی، بیٹی وغیرہا تو ان سے سلام کے بعد مصافحہ میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ مطلوب ومستحسن ہے جس طرح ان کو سلام کرنا مطلوب ہے اسی طرح سلام کے بعد مصافحہ بھی کرنا چاہئے۔

عورتوں کا آپس میں مصافحہ کا حکم:

اسی طرح عورتوں کو چاہئے کہ آپس میں جب ایک دوسرے کو سلام کریں تو مصافحہ کیا کریں جس طرح مرد ایک دوسرے کو سلام کر کے مصافحہ کرتے ہیں اور منافع

اخرویہ حاصل کرتے ہیں اسی طرح عورتوں کو بھی ان منافع سے فائدہ اٹھانا چاہئے عورتوں کا یہ سمجھنا کہ مصافحہ صرف مردوں کا عمل ہے غلط ہے، البتہ عورتوں میں بھابھیوں کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ شوہر کو سلام کر کے مصافحہ کریں شوہر کے چھوٹے بھائی دیور سے پردہ ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے الحمو الموت فرمایا ہے یعنی دیور موت ہے، لہذا جس طرح جیٹھ شوہر کے بڑے بھائی سے پردہ کرتی ہیں اسی طرح دیور سے بھی پردہ ہے لہذا دیور سے ہرگز مصافحہ نہ کیا کریں۔

بغیر سلام کے صرف مصافحہ کا حکم:

بغیر سلام کے صرف مصافحہ غیر شرعی عمل ہے مصافحہ کو تتمہ سلام قرار دیا گیا ہے، ارشاد نبوی ہے:"من تمام التحية الأخذ باليد" یعنی جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملاقات کرے اور اس کو سلام کرے تو سلام کا تکملہ یہ ہے کہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھ کر مصافحہ کرے (تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ۵۱۶/۷)۔
اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری نے بحوالہ امام طبرانی ایک حدیث نقل کی ہے اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا بھی معمول یہی تھا کہ جب تک سلام نہ کرتے مصافحہ نہیں کرتے تھے پہلے سلام پھر مصافحہ بغیر سلام کے مصافحہ نہیں۔

"وله أي للطبراني في الكبير كان النبي ﷺ إذا لقي أصحابه لم يصافحهم حتى يسلم عليهم" (فتح الباری ۵۹/۱۱)۔

لہذا اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ پہلے سلام کیا جائے اس کے بعد مصافحہ کیا جائے۔

غیر مسلموں سے مصافحہ کا حکم:

جس طرح بغیر سلام کے صرف مصافحہ غیر مشروع عمل ہے اسی طرح غیر مسلموں سے مصافحہ بھی غیر مشروع عمل ہے اس لئے کہ سلام کا تتمہ مصافحہ ہے اور غیر مسلم کو ابتداء بالسلام کی اجازت نہیں البتہ مواقع غرض ضرورۃً مستثنیٰ ہیں حدیث پاک میں غیر مسلم کو سلام کرنے سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ ابوداؤد شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے، ''اللہ کے رسول ﷺ نے یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں فرمایا ان کو سلام نہ کرو'' (ابوداؤد ۲/۳۵۱)۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ فرماتے ہیں: ''کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ کسی کافر کو ابتداءً سلام کرے'' (تفسیر مظہری ۲/۳۶۵) اسی طرح امام نوویؒ نے بھی اس کی تصریح کی ہے (کتاب الاذکار/۲۱۶)۔

لیکن اگر سلام نہ کرنے میں فتنہ کا اندیشہ ہوتو ''السلام علیکم'' کے بجائے ''السلام على من اتبع الهدى '' کہے، ''لكن فى الشرعية إذا سلم على أهل الذمة فليقل السلام على من اتبع الهدى'' (ردالمحتار ۵/۲۶۴) یہی بات ملاعلی قاری نے بھی قاضی عیاض کے حوالہ سے لکھی ہے۔ ''وحكى القاضى عياض عن جماعة أنه يجوز ابتدائهم للضرورة والحاجة'' (مرقاۃ ۴/۵۵۶)۔

لیکن ملا علی قاری شارح مشکوۃ المصابیح کی رائے یہ ہے کہ اصلح یہی ہے کہ سلام نہ کیا جائے اور اسی کو انہوں نے اصح قرار دیا ہے، لیکن مولانا فتح محمد صاحب تائب لکھنوی کی رائے یہ ہے کہ مغلوبی اور فتنہ کے زمانے میں کافروں کو خصوصاً صاحب اقتدار و بااثر افراد کو سلام کرنے میں پہل نہ کرنا موجب فتنہ ہے، اس لئے مستحسن یہ ہے کہ ان کو سلام کے لئے انہیں کے الفاظ آداب وغیرہ اختیار کرے (خلاصۃ التفاسیر ۱/۴۲۰)۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان کسی کافر حاکم کے پاس اپنی ضروریات لے کر جائے تو اس وقت اس حاکم کافر کو سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں، "بل كان لغرض من الأغراض الصحيحة فلا بأس به الخ، قال في التاتارخانية لأن النهي عن السلام لتوقيره ولا توقير إذا كان السلام لحاجة" (ردالمحتار ۵/۲۶۵۔۲۶۴)۔ مزید تفصیلات کے لئے راقم السطور کی کتاب "احب الکلام فی مسئلۃ السلام" کا مطالعہ کریں اس میں سلام سے متعلق تمامتر جزئیات تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ مصافحہ کی جتنی روایتیں ہیں ان سب میں مؤمن یا مسلم کی تصریح ہے یعنی جب مسلمان مسلمان سے ملے، یا مؤمن کی ملاقات مومن سے ہو اور مصافحہ باعث ازدیاد محبت ہے مصافحہ تسلیم قولی کی تاکید ہے اس سے محبت ومودت پیدا ہوتی ہے اور کافر کے بارے میں یوں ارشاد باری ہے: "لا تتخذوا عدوی وعدوكم أولياء" میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ جو اللہ کا نہیں وہ اللہ کے بندوں کا کب اپنا ہوسکتا ہے ان پر اعتماد کرنا ہی حماقت ہے، بے ایمان کبھی ایمان دار

نہیں ہوسکتا۔ نیز یہ کہ صراحۃً مصافحہ کی ممانعت بھی حدیث پاک میں موجود ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے: ”لا تصافحوا الیهود والنصاری“ یہود ونصاری (غیر مسلموں) سے مصافحہ نہ کرو، امام طبرانی نے اوسط میں اس حدیث کو نقل کیا ہے، چونکہ اس میں اعداء اللہ کا احترام ہے اور مسلمانوں کو اللہ کے دشمن کے احترام سے روکا گیا ہے، ”وفقنا الله وجميع المسلمين لما يحب ويرضى“۔

نمازعصر وفجر کے بعد مصافحہ کا حکم:

فجر اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کا التزام جیسا کہ بعض فرق ضالہ کے یہاں واجبات دین میں سے ہے، اس کا دین وشریعت سے کوئی واسطہ نہیں ہے اس مسئلہ کے بارے میں محدثین نے جو کچھ لکھا ہے اس کی تفصیل نذر قارئین ہے، امام نوویؒ نے کتاب الاذکار میں لکھا ہے کہ مصافحہ ہر ملاقات کے وقت مستحب ہے لیکن فجر وعصر کے بعد جو مصافحہ کے عادی ہیں شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے (عون المعبود ۴/۵۲۱)۔

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری نے بھی فتح الباری میں اسی انداز کی بات لکھی ہے اور اس تخصیص کو مکروہ قرار دیا ہے (فتح الباری ۱۱/۵۵) ملا علی قاری شارح مشکوۃ نے عصر وفجر کے بعد مصافحہ کو بدعت مذمومہ قرار دیا ہے، ”وإنها من البدع المذمومة“ (مرقاۃ ۴/۵۷۵)۔

ملا علی قاری نے جو فرمایا ہے وہی حق ودرست ہے: ”والذی قاله علی القاری هو الحق والصواب“ (عون المعبود شرح أبي داود ۴/۵۲۱)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

"إنها بدعة مكروهة لا أصل لها في الشرع وأنه ينبه فاعلها أولاً ويعزر ثانياً"۔

یعنی عصر وفجر کے بعد مصافحہ بدعت مکروہ ہے اس کی کوئی اصل شریعت میں نہیں ہے، عصر وفجر کے بعد مصافحہ کرنے والے کو پہلی بار تنبیہ کی جائے اگر مان جائے تو ٹھیک ہے ورنہ دوبارہ اس کی تعزیر کی جائے (احب الکلام فی مسئلۃ السلام/۱۰۱)۔

صاحب تبیین المحارم فرماتے ہیں: نماز کے بعد مصافحہ کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ صحابہ نے نماز کی ادائیگی کے بعد مصافحہ نہیں کیا، اور یہ روافض کا طریقہ ہے:

"تكره المصافحة بعد أداء الصلوة بكل حال لأن الصحابة رضي الله عنهم ما صافحوا بعد أداء الصلوة ولأنها من سنن الروافض" (رد المحتار ۵/۲۴۴)، ابن الحاج مالکی فرماتے ہیں کہ فجر وعصر کے بعد مصافحہ بدعت ہے، شریعت میں مصافحہ کا وقت ملاقات ہے لہذا جب کسی سے ملاقات ہو تو سلام کر کے اس سے مصافحہ کرے نماز کے بعد مصافحہ کا محل نہیں ہے لہذا مصافحہ کو شریعت نے جو مقام دیا ہے اس کو اس کے مقام پر رکھا جائے اور جو اس کے خلاف کرے اس کی تعزیر کی جائے چونکہ وہ خلاف سنت کا مرتکب ہے۔

"قال ابن الحاج من المالكية في المدخل إنها من البدع وموضع المصافحة في الشرع إنما هو عند لقاء المسلم لأخيه لا في إدبار الصلوات فحيث وضعها الشرع يضعها فينهى عن ذلك

ویزجر فاعله لما أتی به من خلاف السنة" (شامی ۲۴۴/۵)۔اسی طرح کے اقوال اور بہت سے حضرات محدثین وفقہاء کے ہیں اختصار کی وجہ سے صرف چند اقوال یہاں ذکر کئے گئے ہیں۔

عیدین کے بعد مصافحہ کا حکم:

جس طرح فجر وعصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا بدعت ہے اسی طرح عیدین کے بعد مصافحہ کا التزام بھی بدعت ہے چنانچہ صاحب عون المعبود فرماتے ہیں: "قلت وکذا المصافحة والمعانقة بعد صلوة العیدین من البدع المذمومة المخالفة للشرع" (عون المعبود شرح ابی داؤد ۵۲۱/۴)۔

اسی طرح عیدین کے بعد مصافحہ ومعانقہ ایسی مذموم بدعت ہے جو شریعت کے مخالف ہے، حضرات صحابہ کرام نے کبھی بھی عیدین کے بعد اللہ کے رسول ﷺ سے مصافحہ نہیں کیا اور نہ دور صحابہ وتابعین میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔

ایک ہاتھ سے مصافحہ کا حکم:

صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کسی روایت سے ثابت نہیں، کسی بھی محدث نے "باب المصافحة بید واحدة" کے عنوان سے ترجمہ قائم نہیں کیا اور کسی بھی محدث نے مصافحہ کے عنوان کے تحت صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کی روایت نقل نہیں کی اسی وجہ سے ائمہ اربعہ میں سے کسی بھی امام کے یہاں "المصافحة بید واحدة سنة" جزئیہ نہیں ملتا اس کے بجائے یہ ضرور ملتا ہے، "والسنة أن تکون

المصافحة بكلتا يديه" (ردالمحتار)، وہکذا فی القنیۃ صاحب قنیہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت ہے، علامہ علاؤالدین حصکفی نے بھی قنیہ کے حوالہ سے یہی لکھا ہے "السنة في المصافحة بكلتا يديه"۔

لہذا یہ کہنا بجا ہے کہ حدیث مسلسل بالمصافحۃ جو ہم تک محدثین سے نسلاً بعد نسلٍ وقرناً بعد قرنٍ پہنچی ہے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کی ہے، "ولا يذهب عليك أن السنة في المصافحة أن تكون باليدين كما هو المعروف عن الصحابة والتابعين والمتوارث عن المشائخ أن يلصقا بطن كفي يمينها ويجعلا بطن كف يساريهما على ظهر كف يمين الآخر هكذا وصل إلينا في الحديث المسلسل بالمصافحة" (اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک ۶/ ۱۹۲)۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کسی حدیث سے ثابت نہیں اور کسی محدث نے مصافحہ کے عنوان کے تحت صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کی روایت نقل نہیں کی تو وہ حق بجانب ہے اس کی بات قابل قبول ہے اگرچہ بعض منکرین حدیث نے زبردستی دوسرے ابواب کی روایات سے ایک ہاتھ سے مصافحہ کو ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے اور غیر عالم وناخواندہ افراد کو بیوقوف بنانے کی کوشش کی ہے اس کا تفصیلی تجزیہ آئندہ اوراق میں انشاء اللہ پیش کیا جائے گا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کو سنت قرار دے کر دو ہاتھ سے مسنون مصافحہ کو غلط قرار دینا صریح وصحیح حدیث کا انکار ہے اور یہ دن دھاڑے

ڈاکہ کے مترادف ہے قربان جایئے انصاف پرست وحق گوا کابرین ومحدثین پر ترمذی شریف کے شارح صاحب کوکب دری فرماتے ہیں:

”إن المصافحة بيد واحدة لما كانت شعار أهل الافرنج وجب تركه لذلك“ (کوکب الدری شرح ترمذی ۱۴۲/۲)۔یعنی ایک ہاتھ سے مصافحہ انگریزوں کا شعار بن چکا ہے لہذا اس کا چھوڑنا واجب ہے اسی طرح کی بات صاحب اعلاء السنن لکھتے ہیں:

”ثم المصافحة باليد الواحدة من شعار أهل الباطل في زماننا فلا ينبغي التشبه بهم بترك ما هو المتوارث المتعارف بين المسلمين“ (اعلاء السنن فی الحدیث النبوی ۴۳۳/۱۷) یعنی ایک ہاتھ سے مصافحہ ہمارے زمانہ میں اہل باطل کا شعار بن چکا ہے لہذا اس طریقہ کو چھوڑ کو جو اہل حق مسلمانوں میں متعارف اور متوارث ہے اہل باطل کی مشابہت اختیار کرنا کسی حال میں مناسب نہیں۔

یہ واقعہ ہے ہر صاحب بصیرت اس کی تصدیق کرتا ہے کوئی بھی انگریز یا ہندو یا مجوسی یا مشرک یا کافر دونوں ہاتھ سے مصافحہ نہیں کرتا صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں، اور ایک ہاتھ سے مصافحہ ان کا شعار بن چکا ہے اب اگر کوئی مسلمان صرف ایک ہاتھ سے بلاضرورت شرعیہ یا طبعیہ مصافحہ کرتا ہے تو یقیناً اہل باطل و کفار کی مشابہت اس عمل میں لازم آئے گی، حالانکہ تشبہ کے مسئلہ میں اسلام کی ہدایات انتہائی سخت ہیں، تشبہ بالاغیار کی ممانعت ضابطہ وکلیہ کی صورت میں اس ارشاد نبوی میں

موجود ہے:"من تشبہ بقوم فھو منھم"۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ راوی ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انجام کے اعتبار سے اسی قوم میں شمار ہوگا (ابوداؤد)، یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ بھی اعمال میں اس بات پر گہری نظر رکھتے تھے کہ اہل باطل واغیار کی مشابہت تو اس میں نہیں ہے۔ ایک بار حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کو ایک ولیمہ میں بلایا گیا آپ نے پہنچ کر دیکھا کہ اسمیں کچھ عجمی رسمیں ادا کی جارہی ہیں آپ فوراً واپس آگئے اور فرمایا "من تشبہ بقوم فھو منھم" (اقتضاء الصراط المستقیم)۔

امام احمد بن حنبل جو فقیہ وامام کے ساتھ زبردست محدث ہیں اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے گدی کے بال منڈوانے سے منع فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ مجوسیوں کا فعل ہے:" من تشبہ بقوم فھو منھم"، اسی حدیث کے تحت حضرت حسنؓ فرمایا کرتے تھے:"قلما تشبّہ رجل بقوم إلا کان منھم" بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کسی قوم کی مشابہت اختیار کی جائے اور دوسرے اعمال میں اس کی اتباع نہ ہو انجام کار کے اعتبار سے وہ اسی قوم کا ہوجاتا ہے اسی وجہ سے خطاب بن معلّی مخزومی نے اپنے صاجزادے کو نصیحت کی تھی "تشبہ بأھل العقل تکن منھم وتصنع الشرف تدرکہ" (روضۃ العقلاء لابن حبان) داناؤں کی مشابہت اختیار کرو انہی میں سے ہوجاؤگے، اور بناوٹ سے بھی شرف کی طرف جھکوگے تو شرافت حاصل کرلوگے

فتشبهوا إن لم تكونوا مثلهم

إن التشبه بالكرام فلاح

اے لوگو! کریموں کی مشابہت اختیار کرو اگرچہ تم ان جیسے نہیں ہو چونکہ کرام کی مشابہت پیدا کر لینا ہی بڑی کامیابی ہے حضرت نبی اکرم ﷺ کے قریب ترین اور معتمد خاص و مزاج شناس صحابی حضرت عمر فاروقؓ نے اسی وجہ سے آذربائیجان کی عرب رعایا کے نام ان الفاظ میں ہدایات جاری کیں:

"أما بعد فاتزروا وارتدوا وانتعلوا وادموا بالخفاف والقوا السراويلات عليكم بلباس أبيكم إسماعيل وإياكم والتنعم وذي العجم وعليكم بالشمس فإنها حمام العرب وتمنعوا طفلاً واخشوشنوا واخلولقوا واقطعوا الركب وارموا الاغراض" (کنز العمال)۔

غور فرمایئے کس قدر قوت کے ساتھ قومی و اسلامی روایات سے ہم رشتہ رہنے کی تلقین فرمائی ہے، اے لوگو! ازار و چادر استعمال کرو، چپل پہنو، خفاف ترک کردو، پاجاموں کے پابند نہ بنو، اپنے جد اعلی حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی کا لباس اپنے لئے ضروری سمجھو، اور خبردار تنعم اور عجمیوں کی ہیئت و مشابہت اختیار نہ کرنا، حمام کی ضرورت ہو تو دھوپ کو کافی سمجھو یہی عرب کا حمام ہے۔ طفلانہ شوخی اختیار نہ کرو، کھردرا کپڑا پہنو، پھٹے پرانے سے پرہیز نہ کرو، سواری کرتے رہو، نشانہ بازی کو شعار بناؤ، کود پھاند بھاگ دوڑ جاری رکھو۔

دور فاروقی میں جب ملک عجم کی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا اور عجمیوں کا اختلاط عربوں سے بڑھنے لگا تو تحفظ حدود وشعائر کا اہتمام کیا گیا، کیونکہ بہت سے عربوں کا اپنی خالص اور سادہ عربیت کو چھوڑ کو عجمیوں کی نظر فریب معاشرت کا شکار ہو جانا بعید نہ تھا، عہد فاروقی میں حضرت فاروق اعظمؓ کے قلم سے نکلی ہوئی ہدایات کے چند اقتباسات ملاحظہ فرما چکے اس سے آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ قوموں کی باہمی پہچان وتمیز بھی اسلامی مقاصد میں سے ہے اور یہ محض اس لئے تاکہ ہر قوم اپنی قومیت پر باقی رہے اور اس طرح ہر قوم کی حق یا باطل خصوصیات دیکھی جاسکیں اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ کفار واغیار کی ظاہری یا باطنی مشابہت پر گہری نظر رکھیں اور ان اعمال سے مکمل پرہیز کریں جو ان کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے والے ہوں تاکہ اسلام اپنے پورے تشخصات سے جانا وپہچانا جاسکے اور اغیار کی ہر قسم کی آمیزش سے اسلام محفوظ رہ سکے۔

إذا كان رب البيت بالطبل ضارياً

فلا تلم الأولاد فيه على الرقص

حاصل کلام یہ ہے کہ صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کو ضروری سمجھنا اور عملاً اس پر اصرار کرنا بالکل غلط ہے بلکہ مشابہت بالاغیار کی وجہ سے یہ واجب الترک ہے البتہ کسی عذر کی وجہ سے کبھی کبھار ایک ہاتھ سے مصافحہ میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اس کا عادی ہونا روح شریعت کے خلاف اور احادیث صریحہ کی مخالفت بلکہ اس سے بغاوت کے مترادف ہے ’’اللھم احفظنا واحفظ جمیع المسلمین منھا‘‘۔

مصافحہ کا مسنون طریقہ:

مصافحہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سے بغیر کسی حائل کے ملاقات کے وقت سلام کے بعد مصافحہ کیا جائے اور ابہام کو پکڑ کر قدرے دبائے چونکہ اس میں ایک رگ ہوتی ہے جس سے محبت پیدا ہوتی ہے اس طرح غیر محسوس انداز میں مصافحہ کے منافع میں سے ایک نفع ''أن یولد المحبة'' تولید محبت وجود میں آتا ہے۔

''والسنة أن تكون بكلتا يديه وبغير حائل من ثوب أو غيره وعند اللقاء بعد السلام وأن يأخذ الإبهام فإن فيه عرقاً ينبت المحبة كذا جاء في الحديث'' (اوجز المسالک شرح موطا امام مالک ۶/۱۹۲)۔

دونوں ہاتھ سے مصافحہ کے دلائل:

اس سے قبل کہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ کے ثبوت پر دلائل بیان کئے جائیں اصولی طور پر چند باتوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

(۱) حضرات محدثین تخریج روایت سے قبل روایت کے مناسب عنوان قائم کرتے ہیں جس کو محدثین کی اصطلاح میں ترجمۃ الباب کہتے ہیں، ترجمۃ الباب مستقل ایک فن ہے اسی سے محدث کی ذہنی ذکاوت وفطانت کے ساتھ روایت میں موجود مسئلہ کے بارے میں محدث کے رجحان کا بھی اندازہ لگ جاتا ہے اور یہ ترجمہ آنے والی روایات کا ترجمان ہوا کرتا ہے، ترجمۃ الباب کے مسئلہ میں امام بخاریؒ کو ''سباق الغایات'' کہا گیا ہے، یعنی اس میدان میں امام بخاریؒ شہسوار ہی نہیں بلکہ ان

کوسابقیت واولیت کا درجہ حاصل ہے، امام بخاریؒ کی ذکاوت اور فقہی مسائل میں رجحان کا پتہ ان کے تراجم سے لگ جاتا ہے۔

''فقہ البخاری فی تراجمہ'':

(۲) ترجمۃ الباب پر روایت کا انطباق۔ یہ کام بھی انتہائی اہم ہے خصوصاً امام بخاری کے تراجم پر روایات کا انطباق انتہائی مشکل کام ہوتا ہے، اس کا اندازہ ان حضرات کو ہے جو بخاری شریف کا درس دیتے ہیں، اساتذہ حدیث بھی اس سے واقف ہیں اسی وجہ سے ''الابواب والتراجم'' کے نام سے مستقل ترجمۃ الباب ہی پر کتابیں ہیں اس نزاکت کو سمجھتے ہوئے ترجمۃ الباب سے صرف نظر کرنا اور امام بخاری کے اسلوب وانداز سے نگاہ بچا کر بات کہہ دینا بخاری اور امام بخاری کے ساتھ بددیانتی ہے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ مصافحہ کے باب میں چار طرح کے الفاظ کثرت سے ہوتے ہیں (۱) ید، (۲) ایدی، (۳) کف، (۴) اکف، ید اور ایدی کے معنی ہاتھ کے ہیں، لیکن ید واحد اور ایدی جمع ہے مگر جمع کی جگہ ید کا استعمال بھی کثرت سے ہے اس لئے کہ ید جنس ہے اور جنس کا اطلاق جہاں قلیل پر ہوتا ہے اسی طرح کثیر پر بھی ہوتا ہے لہذا ایک ہاتھ پر جس طرح ید کا اطلاق ہوگا دو ہاتھ پر بھی ید کا اطلاق ہوگا اور ید سے جس طرح ایک ہاتھ مراد لے سکتے ہیں اسی طرح دونوں ہاتھ بھی مراد لے سکتے ہیں باقی ایدی تو جمع ہے اور ایدی جمع ہونے کی بنیاد پر دو پر علی الاقل بولا ہی جائے گا

چار پر بھی اس کا اطلاق ہوگا خود صاحب تحفۃ الاحوذی مولانا مبارکپوری نے بھی تشریح روایت کے ضمن میں متعدد جگہ اس کی تصریح کی ہے کہ یہاں پر ید سے مراد جنس ہے وحدت نہیں، چنانچہ تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی جلد ۶ صفحہ ۳۵۰ پر حدیث پاک ''وفی یدہ کتابان'' کے تحت لکھتے ہیں، ''المراد بالید الجنس ''اسی طرح کف اور اکف کے معنی ہتھیلی کے ہیں کف واحد ہے اور اکف جمع ہے لیکن بطور جنس کے بھی کف کا استعمال ہوتا ہے یہ ایسی علمی وفنی باتیں ہیں جن کا انکار علم وفن سے جہالت کے مترادف ہے۔ اور جن سے صرف نظر کر کے یا نگاہ بچا کر کچھ کہنا علم کی راہ میں قطع طریق کے مترادف ہے۔

البتہ یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ بہت سی جگہوں پر ''ید'' سے مراد ہمارے محدثین حتی کہ خود منکرین حدیث بھی جنس لیتے ہیں تو وہ قابل قبول ہے اور مصافحہ کے باب میں صریح روایات کی روشنی میں جب محدثین بلکہ کبار محدثین یہ فرماتے ہیں کہ یہاں ''ید'' سے مراد جنس ہے تو یہ قابل قبول کیوں نہیں؟

امام بخاریؒ نے ترجمہ قائم کیا ہے ''باب المصافحۃ'' محدثین فرماتے ہیں اس ترجمہ سے مقصود مصافحہ کی مشروعیت کو بیان کرنا ہے ''أی هذا فی بیان مشروعیة المصافحة''، عینی شرح بخاری (۲۵۲/۲۲) بعض حضرات محدثین کی رائے یہ ہے کہ مصافحہ کے معنی کا بیان مقصود ہے، ''إن الترجمة الأولى لبیان معنی المصافحة'' الخ، (لامع الدراری شرح بخاری ۶۷/۱۰)، اوران حضرات پر رد مقصود ہے جواس بات کے قائل ہیں کہ مصافحہ ''صفح'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی تجاوز

کے ہیں "والغرض منه الرد علی من قال فی معنی المصافحة أنه من الصفح وهو التجاوز" (لامع ۱۰/۶۸)۔

اس ترجمہ کے بعد امام بخاریؒ نے مصافحہ کے اثبات میں چند روایتیں نقل کی ہیں ان میں سے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت کو سب سے پہلے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے جو جزو ترجمہ ہے "وقال ابن مسعودؓ علمنی رسول اللهﷺ التشهد وکفی بین کفیه"، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسولﷺ نے مجھے تشہد کی تعلیم دی اس حال میں کہ میری ہتھیلی آپ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی، اس تعلیق کا انطباق اور اس کی مناسبت ترجمۃ الباب سے ظاہر و باہر ہے محتاج بیان نہیں، "مناسبة هذا التعليق للترجمة ظاهرة" (عمدۃ القاری شرح بخاری ۲۲/۲۵۲)۔

حضرات محدثین فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ امام بخاری نے مسئلہ مصافحہ کے تحت حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ تعلیقاً ذکر کر کے استشہاد بالجنس پر اکتفاء کیا ہے اگر چہ موقع استشہاد بالنوع کا تھا چونکہ امام بخاری کے شرائط کے مطابق عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت کے علاوہ کوئی دوسری روایت نہیں تھی اگر چہ حدیث عبد اللہ بن مسعود میں جس مصافحہ کا تذکرہ ہے وہ عند التعلم ہے عند التسلیم نہیں اور تعلیم و تسلیم کے درمیان فرق محتاج بیان نہیں، "ولما لم يكن فی ذلک عند المصنف (أی الإمام البخاری، حديث علی شرطه أخرج حديث ابن مسعود فی التشهد فاكتفى عن الاستشهاد علی النوع بالاستشهاد علی الجنس فإن

التصافح فی حدیثه کان عند التعلیم دون التسلیم وهذا غیر ذاک“
(فیض الباری شرح بخاری ۴/۴۱۱)۔

بایں ہمہ امام بخاری کا حدیث عبداللہ بن مسعودؓ سے استدلال جہاں استشہاد بالجنس کے نکتہ کی مؤید ہے وہیں اس بات کی بھی غماز ہے کہ ان کے پیش نظر دراصل اللہ کے رسول ﷺ کا عمل ہے اور یہ بات بہت واضح ہے کہ آپ ﷺ نے صرف ایک ہاتھ نہیں بڑھایا بلکہ اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے، ”بین کفیه“ ۔

”ثم التصافح بالیدین حدیث مرفوع أیضاً کما فی الأدب المفرد وأراد المدرسون أن یستدلوا علیه من حدیث ابن مسعود هذا فقالوا إما کون التصافح فیه بالیدین من جهة النبی ﷺ فالحدیث نص فیه“ (فیض الباری)۔

یہ بات بہت عجیب سی ہے ہر باشعور سمجھ سکتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے تو دونوں دست مبارک دراز ہوں اور صحابی رسول عبداللہ ابن مسعودؓ صرف ایک ہاتھ بڑھائیں ایسا ممکن ہی نہیں، ہاں البتہ یہ ممکن ہے کہ راوی نے اختصاراً صرف ایک ہی ہاتھ کا تذکرہ کیا ہو چونکہ اس سے کوئی غرض وابستہ بھی نہیں ہے اور اس انداز کا تصرف اور تعبیرات کا تفاوت رواۃ کے یہاں شائع وذائع ہے محتاج ذکر نہیں۔

”وأما کونه کذلک من جهة ابن مسعود فالراوی وإن اکتفی بذکر یده الواحدة إلا أن المرجو منه أنه لم یکن لیصافحه بیده الواحدة والنبی قد صافحه بیدیه الکریمتین فإنه یستبعد من مثله أن لا

يبسط يديه للنبیﷺ وقد يكون النبیﷺ بسط له يديه غير أن الراوی لم يذكره لعدم كون غرضه متعلقاً بذلک ولا ريب أن الرواة يختلفون في التعبيرات فيخرجون عباراتهم على الاعتبارات" (فیض الباری ۴/۴۱۱)۔

نیز یہ کہ اس انداز بیان میں جس قدر افتخار ہے کہ "كفي بين كفيه" یہ افتخار "کف رسول اللہﷺ بین کفی ابن مسعود" میں نہیں ہے یعنی اس جملہ میں جس قدر عزت افزائی ہے کہ میرا ہاتھ سرکار دوعالم کے دونوں دست مبارک میں تھا وہ عزت افزائی اس میں نہیں کہ سرکار دوعالمﷺ کا دست مبارک میرے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا۔

"والأوجه عند هذا العبد الضعيف أن الافتخار يكون كف ابن مسعود بين كفي رسول اللهﷺ أكثر وأشد من ذكر كون رسول الله بين كفي ابن مسعود" (لامع الدراری ۱۰/۶۹)۔

الغرض اس روایت سے صراحۃ اتنی بات ثابت ہے کہ اللہ کے رسولﷺ نے دونوں ہاتھ بڑھائے لہذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ آپﷺ کے اسوہ پر عمل پیرا ہو اور آپﷺ کی اقتداء کا تقاضا یہ ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے کیا جائے۔ جب اللہ کے رسولﷺ سے صراحۃً دونوں ہاتھ کا بڑھانا ثابت ہے۔ "بين كفيه" پھر فعل صحابی کی ضرورت کہاں باقی رہ جاتی ہے۔ جستجو، فعل صحابی کا حکم اس وقت ہے جب صراحۃً فعل نبی نہ ہو یا افعال نبی میں تعارض ہو اس وقت مرجحات کو تلاش کرنے کی

ضرورت پڑتی ہے۔

”وفی تقریر مولانا محمد حسن المکی، فما ظنک بابن مسعود یصافح النبیﷺ بید واحدة وهو یصافحه بیدیه، لکن الراوی لم یذکره إما باعتماداً علی ظهوره أو اعتماداً علی أن المصافحة بالیدین توخذ من فعل النبیﷺ حیث صافح بیدیه فینبغی لکل واحد منا أن یصافح بیدیه اقتداء بفضله علیه الصلوة والسلام فلا حاجة إلی بیان فعل الصحابی إذا ثبت فعله علیه الصلوة والسلام اه “ (تعلیق لامع الدراری شرح بخاری ۶۹/۱۰)۔

”باب المصافحۃ“ کے بعد امام بخاریؒ نے دوسرا ترجمہ قائم فرمایا ”باب الأخذ بالیدین“ ترجمہ کے انہی الفاظ کے راوی اکثر رواۃ ہیں البتہ صرف روایت ابی ذرعن الحموی والمستملی میں ”بالیدین“ کے بجائے ”بالید“ مفرداً ہے (فتح الباری ۵۶/۱۱، عمدۃ القاری ۲۵۳/۲۲)۔

حضرات محدثین فرماتے ہیں اس دوسرے ترجمہ سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے ہے، نیز ان حضرات پر رد کرنا مقصود ہے، جو صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کے قائل ہیں:

”وأما الغرض من الترجمة الثانية هو بيان كيفية المصافحة أنها باليدين .... وعلى هذا فالغرض من الترجمة الثانية الرد على من قال المصافحة بيد واحدة“ (حاشیہ لامع الدراری شرح بخاری ۶۸/۱)۔

اس دوسرے ترجمہ کے تحت امام بخاریؒ نے تعلیقاً حضرت عبد اللہ بن مبارک وحماد بن زید کا اثر نقل فرمایا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ''وصافح حماد بن زید ابن المبارک بیدیہ''۔حضرت حماد بن زید نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا،عبد اللہ بن مبارک بڑے ائمہ میں سے ایک ہیں اس کے ساتھ کبار محدثین وفقہاء میں ان کا شمار ہے۔اسی اثر کو غنجار نے تاریخ بخاری میں موصولاً نقل کیا ہے،اسی طرح امام بخاری نے بھی اپنی کتاب ''التاریخ'' میں اس اثر کو نقل فرمایا ہے، اس میں اس کی بھی تصریح ہے کہ عبداللہ بن مبارک کی ملاقات حماد بن زید سے مکہ مکرمہ میں ہوئی (فتح الباری ۱۱/۵۶،عمدۃ القاری ۲۲/۲۵۳،لامع الدراری ۱۰/۶۸)۔

اس کے بعد امام بخاری نے ترجمۃ الباب کی مناسبت سے اثر عبد اللہ بن مبارک کی متابعت میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کی حدیث تشہد کی تخریج کی ہے اس طویل حدیث کا یہ جملہ ''و کفی بین کفیه'میرا ہاتھ اللہ کے رسول ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا محل استشہاد ہے اور اس جملہ سے امام بخاری مصافحہ بالیدین یعنی دونوں ہاتھ سے مصافحہ ثابت کرنا چاہتے ہیں،اسی وجہ سے ''باب الاخذ بالیدین'' کے تحت اس حدیث کی تخریج کی ہے ورنہ اس سے قبل کتاب الصلوۃ میں امام بخاری تین مقامات پر مختلف تراجم کے تحت اس روایت کو نقل فرما چکے ہیں،ہر باشعور ذی علم اس کو سمجھتا ہے کہ مصافحہ کے عنوان کے تحت پھر اس روایت کو نقل کرنا صرف اس بات کی تائید میں ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے ہے چنانچہ علامہ عینی شارح بخاری حدیث عبداللہ بن مسعودؓ کی تخریج کے بعد لکھتے ہیں:''مطابقة للترجمة فی قوله و کفی

بين كفيه وهو الأخذ باليدين'' (عینی ۲۲/۲۵۳)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور اثر عبداللہ بن مبارک کے بعد مزید روایات کی کوئی ضرورت نہیں چونکہ ابطال سلب کلی کے لئے اثبات جزئی کافی ہے، منکرین حدیث تو یہ کہتے ہیں کہ دو ہاتھ سے مصافحہ خلاف سنت بلکہ بدعت غیر ثابت بالسنہ ہے، ان کی انصاف بیں نظر کے لئے دو روایتیں کافی ہیں اس کے بعد حق گوئی کا تقاضا یہ ہے کہ منکرین حدیث اپنے قول سے رجوع کرلیں لیکن وہ تو متبع نفس ہیں متبع حدیث ہوتے تو فوراً اس حدیث پر بھی عمل شروع کردیتے لیکن یہ جو کچھ لکھا گیا ہے احیاء سنت واحقاق حق کے ساتھ اس لئے تاکہ صحیح راہ وصحیح سمت چلنے والے بھولے بھالے مسلمانوں کو منکرین حدیث دھوکہ دے کر صراط مستقیم سے نہ ہٹا سکیں، اور سنت پر عمل کرنے والے بصیرت کے ساتھ سنت پر عمل پیرا رہیں، ''والله يهدى من يشاء إلى صراط مستقيم، ويجتبى إليه من يشاء ويهدى إليه من ينيب''۔

ان مذکورہ بالا دونوں روایتوں کے علاوہ دو ہاتھ سے مصافحہ کی مرفوع روایت امام بخاری کی ''الادب المفرد'' میں بھی ہے ''ثم للتصافح باليدين حديث مرفوع أيضاً كما فى الأدب المفرد'' (فیض الباری ۴/۴۱۱)۔

(۳) ''عن عبد الرحمن بن رزين قال مررنا بالربذة فقيل لنا ههنا سلمة بن الأكوع فأتيته فسلمناعليه فأخرج يديه فقال بايعت بهاتين نبى الله ﷺ فقمنا إليه فقبلناها'' (الادب المفرد للامام البخاری، اوجز ۶/۱۹۳)۔

عبدالرحمٰن بن رزین سے مروی ہے کہ ہمارا گذر مقام ربذہ سے ہوا ہمیں یہ بتلایا گیا کہ ربذہ میں صحابی رسول ﷺ حضرت سلمہ بن الاکوع رہتے ہیں ہم زیارت کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے قریب پہنچ کر ہم نے ان کو سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور مصافحہ کے لئے اپنے دونوں ہاتھ نکالے "فأخرج يديه" مصافحہ سے فارغ ہو کر بیٹھ گئے دوران گفتگو حضرت سلمہ نے بتلایا ان ہاتھوں سے میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت کی ہے یہ سن کر ہم کھڑے ہوئے اور استبراکاً آپ کے ہاتھوں کا بوسہ دیا، اس روایت میں بھی یدین کی تصریح ہے، "فأخرج يديه"۔

الحاصل امام بخاری نے بخاری شریف یا الادب المفرد، یا التاریخ، میں دو ہاتھ سے مصافحہ والی روایتیں وآثار تو نقل فرمائے ہیں لیکن صرف ایک ہاتھ سے متعلق کوئی روایت یا اثر نقل نہیں فرمایا یہ اس بات کی طرف مشیر ہے کہ صحابہ وتابعین میں بھی رائج ومعروف طریقہ مصافحہ کا دونوں ہاتھ سے تھا، صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کا رواج نہیں تھا لیکن یہ لطیف بات بھی اہل حق وانصاف پسند ذی علم ہی سمجھ سکتے ہیں جن کو صرف آنکھ میں دھول جھونک کر اپنا مقصد پورا کرنا ہو ان کی سمجھ میں کہاں سے آئے گا، "ثم ذكر البخاری باب الأخذ باليدين على رواية جمهور رواة البخاری وذكر فيه صافح حماد بن زيد بن المبارک بيديه اشارة إلى أن ذلک هو المعروف بين الصحابة والتابعين ولم يذكر للمصافحة باليد الواحدة رواية ولا أثراً" (اوجز المسالک شرح موطا امام مالک ۱۹۳/۶)۔

(۴) دو ہاتھ سے مصافحہ کی چوتھی روایت امام بخاریؒ نے الادب المفرد

میں حضرت سلمہ بن الاکوع کا جو واقعہ نقل فرمایا ہے اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل نے ''مسند'' میں بھی اس واقعہ کو نقل فرمایا ہے جس کا آخری حصہ یہ ہے:''**فأخرج لنا كفا ضخمة فقمنا إليه فقبلنا كفيه جميعاً**''۔ اس روایت میں بھی ''کفیہ'' صیغہ تثنیہ اس پر دال ہے کہ حضرت سلمہؓ نے اللہ کے رسول ﷺ سے مصافحہ دونوں ہاتھ سے کیا اگر صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے تو صرف ایک ہی ہاتھ بابرکت ہوتا، اور ایک ہی ہاتھ کو استبراکاً بوسہ دیتے لیکن حضرت سلمہ نے بھی دونوں ہاتھ نکالے اور بوسہ دونوں ہاتھ کو دیا گیا۔ ممکن ہے بعض حضرات کو یہ شبہ ہو کہ دونوں ہاتھ کا بڑھانا بیعت کے وقت ہوا اور بیعت ومصافحہ میں فرق ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو طریقہ مصافحہ کا ہے وہی طریقہ بیعت کا بھی ہے، یعنی جس طرح مصافحہ دونوں ہاتھ سے کیا جاتا ہے اسی طرح بیعت بھی دونوں ہاتھ سے ہوتی ہے۔''**لا يقال إنها في البيعة لأن المعروف فيها أيضاً المصافحة**''(اوجز المسالک)۔

چنانچہ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جہاں بیعت نسواں کا تذکرہ ہے اس کے تحت یہ الفاظ مصرح ہیں،''**قلنا يا رسول الله ﷺ ألا تصافحنا قال إني لا أصافح النساء**'' (**أخرجه الترمذي والنسائي عن أميمة بنت رقيقة**'' (أوجز)، یعنی عورتوں نے بیعت کے وقت یہ کہا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہم سے مصافحہ نہیں کریں گے، جس طرح آپ مردوں کو بیعت کرتے وقت ان سے مصافحہ کرتے ہیں، یعنی مردوں کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے لیتے ہیں،

آپ ﷺ نے فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا، اسی طرح روایت اسماءؓ میں اس کی تصریح ہے۔

"انی لا أصافحکن ولکن أخذ علیکن ما أخذ الله" میں بیعت کے وقت تم (عورتوں) سے مصافحہ نہیں کروں گا، ہاں البتہ وہ عہد لوں گا جو اللہ نے لیا ہے، ان روایات سے یہ بات بے غبار ہوگئی کہ بیعت کے وقت دست پر دست کا جو رائج طریقہ ہے اس پر مصافحہ کا اطلاق درست ہے لہذا بیعت کے وقت دو ہاتھ جہاں ثابت ہے وہاں یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ اس سے دونوں ہاتھ سے مصافحہ ثابت ہوتا ہے۔

(۵) دونوں ہاتھ سے مصافحہ کے ثبوت کی پانچویں حدیث "عن الوزاع بن عامر قال قدمنا فقیل ذاک رسول الله ﷺ فأخذنا بیدیه ورجلیه نقبلها" (أخرجه الامام احمد بن حنبل فی مسنده، أوجز المسالک)۔

حضرت وزاع بن عامر راوی ہیں کہ مدینہ طیبہ ہماری حاضری ہوئی تو ہمیں یہ بتلایا گیا کہ آپ ہی اللہ کے رسول ﷺ ہیں ہم نے آپ کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا دونوں ہاتھ کے بوسہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ مصافحہ بھی دونوں ہاتھ سے آپ نے کیا اس لئے کہ مصافحہ کے بعد ہی فوراً یا مصافحہ کے ساتھ ہاتھ کو بوسہ دیا جاتا ہے یقیناً آنے والے حضرات نے پہلے سلام کیا ہوگا پھر مصافحہ اور اسی کے ساتھ ہاتھوں کو بوسہ دیا اور یہ ایسی بدیہی بات ہے کہ ہر باشعور اس کو سمجھ سکتا ہے۔

(۶) دونوں ہاتھ سے مصافحہ کی چھٹی دلیل حدیث انسؓ ہے جس کی تخریج نور

الدین الہیثمی نے مجمع الزوائد میں کی ہے نیز امام احمد بن حنبل، امام بزار، ابویعلی نے بھی اس کی تخریج کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

"إن النبیﷺ قال ما من مسلم التقیا أخذ أحدھما بید صاحبه إلا کان حقا علی الله عزوجل أن یحضر دعائھما ولا یفرق بین أیدیھما حتی یغفر لھما" (اوجز)۔

اس روایت کا یہ جملہ "ایدیہما" جو ید کی جمع ہے جس کی نسبت "ہما" ضمیر کی طرف کی گئی ہے جس سے مراد مصافحہ کرنے والے دو فرد ہیں اس بات پر صراحۃً دال ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے ہونا چاہئے اگر مصافحہ کے لئے ہر ایک کا صرف ایک ہاتھ مراد لیا جائے تو پھر "ایدی" جمع کے صیغہ کی اضافت جو "ہما" ضمیر تثنیہ کی طرف ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ اگر ہر ایک کے دونوں ہاتھ مراد نہ لیے جائیں تو پھر صیغۂ جمع اور اس کی اضافت بے سود ہے پھر تو "یدہما" ہونا چاہئے تب جا کر منکرین حدیث کی بات بن سکتی ہے، نیز اس سے اس بات کی بھی تائید ہوتی ہے کہ "بید صاحبہ" میں "ید" سے مراد جنس ہے وحدت نہیں اور اس کی دلیل "ایدی" کا ترتب ہے "ید" پر اور یہ ترتب اسی وقت درست ہوگا جب "ید" سے مراد "بید صاحبہ" میں جنس لیا جائے جس کا اطلاق قلیل وکثیر دونوں پر ہوتا ہے، لیکن "أیدیہما" اس کی دلیل ہے کہ "ید" سے مراد کثیر ہے قلیل نہیں۔

(۷) ساتویں حدیث حضرت ابوامامہؓ کی ہے جس کی تخریج امام طبرانی نے کی ہے الفاظ حدیث یہ ہیں:

”إن رسول اللهﷺ قال إذا تصافح المسلمان لم تفرق أكفهما حتى يغفر لهما“۔

اس حدیث پاک کا یہ جملہ ”أکفہما“ اس بات کی دلیل ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے ہونا چاہئے، اس لئے کہ ”اکف“ کف کی جمع ہے اور جمع کی اضافت ضمیر تثنیہ ”ہما“ کی طرف کی گئی، اور اس پر گفتگو ابھی حدیث (٦) کے تحت آچکی ہے۔

(٨) آٹھویں حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ہے جس کو صاحب کنز العمال نے نقل فرمایا ہے:

”عن ابن عمر من صافح أخاه المسلم ليس في صدر أحدهما على صاحبه أحنة لم يتفرق أيديهما حتى يغفر الله لهما“ (الحدیث)، اس حدیث میں ”ایدی“ کا لفظ ہے جو ”ید“ کی جمع ہے۔

(٩) نویں حدیث بھی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ہے اور اس کو بھی صاحب کنز العمال نے نقل کیا ہے جو بطریق ابن النجار ہے اور اس میں بھی ”ایدی“ جمع کا صیغہ ہے۔

(١٠) دسویں حدیث حضرت براء بن عازبؓ کی ہے اور یہ بھی کنز العمال میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

”عن البراء قال أخذ بيدي رسول اللهﷺ وقال ما من مؤمنين يلتقيان فيأخذ كل واحد منهما بيد أخيه لا يأخذ إلا لمودة في الله فتفترق أيديهما حتى يغفر لهما“ اس روایت میں بھی ”ایدی“ جمع کا

صیغہ ہے۔

دو ہاتھ سے مصافحہ کے سلسلہ میں صرف دس روایتوں پر اکتفاء کرتا ہوں چونکہ ماننے والے کے لئے ایک حدیث بھی کافی ہے اور جو حدیث کے انکار کے درپے ہوا سکے لئے پورا دفتر بیکار ہے مذکورہ بالا روایات سے جہاں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے کرنا چاہئے اور یہی مسنون طریقہ ہے اور صحابہ وتابعین واسلاف کا یہی عمل رہا ہے اور یہی طریقہ متوارث ہے وہیں یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ جہاں مصافحہ سے متعلق روایات میں ''ید'' کا لفظ آیا ہے اس سے مراد ید واحد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد جنس ہے اور اس کی دلیل احادیث کثیرہ میں ''ید'' واحد کے ساتھ ''ایدی'' صیغۂ جمع کا استعمال ہے، البتہ کسی روایت میں صراحۃً بالید الواحد یا بید واحدۃ کے الفاظ نہیں ہیں جس کے معنی ایک ہاتھ کے ہیں ''**من ادعی ذلک فعلیه البیان**'' ممکن ہے کہ بعض لوگوں کو یہ شبہ ہو کہ بعض روایتوں میں صرف یمین کا لفظ آیا ہے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ صرف داہنے ہاتھ سے ہونا چاہئے اس کا جواب یہ ہے کہ جن روایتوں میں صرف یمین کا لفظ ہے وہ صرف یمین کی شرافت کے اظہار کے لئے ہے، نیز یہ کہ مصافحہ میں بھی اصل داہنا ہاتھ ہی ہے، بایاں ہاتھ تو متابعت میں ہوتا ہے، الصاق تو اصالۃً داہنے ہاتھ ہی سے ہوتا ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یسار (بایاں ہاتھ) خارج ہے چنانچہ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ مسلم شریف کی روایت ہے ''**یمین الله ملآی**'' اللہ پاک کا ہاتھ بھرا ہوا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف داہنا ہاتھ بھرا ہے بایاں ہاتھ خالی ہے، بلکہ

”یداہ مبسوطتان ینفق کیف یشاء“ کی صراحت ہے یعنی اللہ پاک کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے اس طرح کی بہت سی روایتوں سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یمین کی قید یسار کو نکالنے کے لئے نہیں ہے۔

اصولی طور پر دو ہاتھ سے متعلق مثبت انداز سے روایتی گفتگو مکمل ہو چکی ہے نیز بعض شبہات کا ازالہ بھی ہو چکا ہے اب اس کے بعد منفی انداز کی گفتگو باقی رہ جاتی ہے مثلاً حافظ عبد المتین میمن صاحب جونا گڈھی نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے ”حدیث خیر وشر“ اور اپنے خیال خام کے مطابق ایک ہاتھ سے مصافحہ کی چوبیس روایتیں نمبر وار شمار کروائی ہیں لیکن ان میں سے کسی ایک روایت سے بھی ایک ہاتھ سے مصافحہ ثابت نہیں مصافحہ کے علاوہ مختلف ابواب کی روایتوں سے زور وزبردستی سے انہوں نے مکمل کام لیا ہے ان کو یہ خیال غالباً نہیں رہا کہ اس چوبیس کے عدد سے میں جاہلوں کو تو مرعوب کر سکتا ہوں لیکن جب میری کتاب کو علماء دیکھیں گے تو میرے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے غالباً یہی سوچیں گے کہ کوئی جاہل یا معاند شخص معلوم ہوتا ہے میں ان کی کتاب یا ان کی ذات یا ان کے انداز استدلال کو اس لائق نہیں سمجھتا کہ اس کا جواب دیا جائے یا اس کے بارہ میں کچھ لکھا جائے۔ جوابِ جاہلاں باشد خموشی پر عمل کرتے ہوئے اپنی بات ختم کرتا ہوں اور ان سے یہی کہتا ہوں کہ جب بات کہنی نہیں آتی تو کیوں خواہ مخواہ اہل علم کے موضوع کو چھیڑ کر گنہگار بنتے ہیں، اللہ پاک صحیح سمجھ دے اور سنت پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

تعارف حضرت حبیب الامت دامت برکاتہم

حبیب الامت، عارف باللہ، حضرت مولانا، الحاج، حافظ، قاری، **مفتی حبیب اللہ** صاحب قاسمی دامت برکاتہم چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی، دارالعلوم دیوبند کے اکابر فضلاء میں سے ہیں۔ جنہوں نے پوری زندگی خدمت دین، تبلیغ دین، اشاعت دین کے لئے وقف کردی ہے۔ آپ کی شخصیت اہل علم، اہل افتاء، اہل تدریس، اہل خطابت، اہل قلم میں معروف ومشہور ہے۔ آپ نے میزان سے دورۂ حدیث بلکہ افتاء تک کی تعلیم ایک زمانہ تک دی ہے اور دے رہے ہیں۔ تمام علوم وفنون پر آپ کی نگاہ ہے آج آپ کے ہزاروں فیض یافتہ تلامذہ ہند وبیرون ہند ہمہ جہت دینی وعلمی خدمات میں مصروف ہیں۔

آپ کے رشحات قلم کی تعداد درجنوں ہے جن سے دنیا استفادہ کررہی ہے۔ بالخصوص التوسل بسید الرسل، نیل الفرقدین فی المصافحۃ بالیدین، المساعی المشکورۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ، أحب الکلام فی مسئلۃ السلام، جذب القلوب، مبادیات حدیث، احکام یوم الشک، مسلم معاشرہ کی تباہ کاریاں، تحفۃ السالکین، حضرات صوفیاء اور ان کا نظام باطن، تصوف وصوفیاء اور ان کا نظام تعلیم وتربیت، حبیب العلوم شرح سلم العلوم، التوضیح الضروری شرح القدوری، صدائے بلبل، حبیب الفتاوی، رسائل حبیب، تحقیقات فقہیہ جیسی اہم تصنیفات ہزاروں علماء سے خراج تحسین حاصل کرچکی ہیں۔

ان میں خاص طور سے حبیب الفتاوی کی چھ جلدیں اہل افتاء ودارالافتاء کے لئے سند کی حیثیت حاصل کرچکی ہیں۔ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے آپ اساسی ارکان میں سے ہیں، مسلم پرسنل لابورڈ انڈیا کے مدعو خصوصی ہیں، **جامعه اسلامیه دارالعلوم مهذب پور**، سنجر پور، اعظم گڈھ یوپی، انڈیا کے موسس ومہتمم اور شیخ الحدیث ہیں۔ جامعہ کے دارالافتاء والقضاء کے آپ رئیس وصدر ہیں، درجنوں مکاتب کے آپ کفیل وذمہ دار ہیں، **جامعه حبیب العلوم وجامعة الصالحات** حبیب آباد جھٹکاہی ڈھاکہ ضلع مشرقی چمپارن بہار کے بانی ومہتمم ہیں، **الحبیب ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ** کے بانی وصدر ہیں، اور ہندوستان کے دیگر بہت سے اداروں کو آپ کی سرپرستی کا شرف حاصل ہے، دینی، علمی، ملی خدمت آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔

روحانی اعتبار سے آپ کا تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا **محمد زکریا** صاحب نوراللہ مرقدہ سے ہے اور ایک طویل زمانہ تک ان کی صحبت میں رہنے اور اکتساب فیض کا موقع آپ کو دستیاب ہوا ہے، بعد کے اکابرین میں حضرت مفتی **محمود حسن** صاحب گنگوہیؒ وحضرت مولانا **صدیق احمد** صاحب باندویؒ وحضرت مولانا **عبد الحلیم** صاحب جونپوریؒ کی خدمت میں رہنے اور فیوض وبرکات کے حاصل کرنے کا ایک طویل زمانہ تک شرف حاصل رہا ہے۔ اور الحمد للہ حضرت مفتی **محمود حسن** صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا **عبدالحلیم** صاحب جونپوریؒ سے **اجازت بیعت** بھی

حاصل ہے۔ روحانی اعتبار سے آپ کے فیض یافتہ ہزاروں ہزار افراد ہند و بیرون ہند میں پھیلے ہوئے ہیں۔

میدان **خطابت** میں اللہ پاک نے آپ کو خصوصی ملکہ عطا فرمایا ہے، آپ کا خطاب ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا مصداق ہوتا ہے، آپ کے خطابات کی مستقل سی ڈی ہندو و بیرون ہند میں پائی جاتی ہے۔ اور انٹرنیٹ پر بھی آپ کے خطابات موجود ہیں، جن سے ایک عالَم مستفید ہو رہا ہے۔ (go you tube print Mufti Habibullah qasmi)

الغرض آپ بہت سے خصوصیات کے حامل ہیں، اللہ پاک نے بے پناہ خوبیوں کا مالک بنایا ہے اللہ پاک ہم سب کو ان کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے علوم و فیوض سے مستفید ہونے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔

حبیب الفتاوی

ارباب افتاء واصحابِ علم کے لئے ایک قیمتی تحفہ

فقہ وفتاوی انسانی زندگی کا لازمی جز ہے، اس کے بغیر رضاء الٰہی کا حصول، حدود شرعیہ کی معرفت، حلال وحرام کی تمیز، جائز وناجائز کی پہچان اور اسلامی معاشرت غیر ممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ زندگی کے ہر موڑ پر قدم بہ قدم فقہی رہبری اور فتاوی ومسائل کی ضرورت ہر مسلمان محسوس کرتا ہے۔ جس کی تکمیل ہر دور کے اہل علم وارباب افتاء کے ذریعہ ہوتی رہی ہے ''حبیب الفتاوی'' اسی ضرورت کی تکمیل کی ایک کڑی ہے جو ہندوستان کے ممتاز اور مشہور مفتی اور نامور صاحب قلم حضرت حبیب الامت، عارف باللہ حضرت مولانا الحاج مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم سابق مفتی واستاذ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور حال شیخ الحدیث وصدر مفتی بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور پوسٹ سنجر پور ضلع اعظم گڈھ یوپی، انڈیا۔

تلمیذ رشید وخلیفہ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند وخلیفہ ومجاز بیعت حضرت مولانا شاہ عبد الحلیم صاحبؒ جونپوری کی جامع تصنیف ہے جن کے قلم سے درجنوں کتابیں نکل کر اصحاب افتاء علماء امت، زعماء ملت سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

”حبیب الفتاوی“ میں جو علمی گہرائی، احکام شریعت سے آگہی، مطالعہ کی وسعت، بالغ نظری، فقہی بصیرت، حوادث الفتاوی کا انطباق، جدید مسائل کا حل پایا جاتا ہے وہ دیدنی ہے، مستند کتابوں کے حوالے اور نظائر کے ساتھ تقریبا تمام ابواب پر عام فہم اور دلنشیں اسلوب میں مفصل بحث کی گئی ہے، اردو فتاوی میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب، ملک کے درجنوں بزرگ ارباب افتاء، ام المدارس کے علماء فقہاء کی تصدیق وتصویب، عمدہ کاغذ، خوبصورت طباعت، دلکش ٹائٹل کے ساتھ ”حبیب الفتاوی“ کی چھ جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں جو یقیناً اصحاب افتاء واہل علم واہل مدارس کے لئے ایک قیمتی تحفہ ہے۔

ملنے کا پتہ

(۱) مکتبہ الحبیب، جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا۔

(۲) مکتبہ الحبیب وخانقاہ حبیب گوونڈی ممبئی

(۳) مکتبہ الحبیب وخانقاہ حبیب مقام پوسٹ جھٹکاہی ڈھاکہ، ضلع مشرقی چمپارن۔

(۴) مکتبہ طیّبہ متصل قاضی مسجد دیوبند

حبیب الامت، عارف باللہ حضرت مولانا

مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

کی تصنیفات وعلمی خدمات ایک نظر میں

(۱) حبیب الفتاوی جلد اول

(۲) حبیب الفتاوی جلد دوم

(۳) حبیب الفتاوی جلد سوم

(۴) حبیب الفتاوی جلد چہارم

(۵) حبیب الفتاوی جلد پنجم

(۶) حبیب الفتاوی جلد ششم

(۷) تحقیقات فقہیہ جلد اول

(۸) رسائل حبیب جلد اول

(۹) رسائل حبیب جلد دوم

(۱۰) صدائے بلبل (اشرف التقاریر) جلد اول

(۱۱) احب الکلام فی مسئلۃ السلام

(۱۲) مبادیات حدیث

(۱۳) نیل الفرقدین فی المصافحۃ بالیدین

(۱۴) التوسل بسید الرسل

(۱۵) المساعی المشکورۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ

(۱۶) احکام یوم الشک

(۱۷) جذب القلوب

(۱۸) تحفۃ السالکین

(۱۹) نوٹ کی شرعی حیثیت

(۲۰) والدین کا پیغام زوجین کے نام

(۲۱) تصوف وصوفیاء اوران کا نظام تعلیم وتربیت

(۲۲) حضرات صوفیاء اوران کا نظام باطن

(۲۳) حبیب العلوم شرح سلم العلوم

(۲۴) حضرت حبیب الامت کی علمی، دینی خدمات کی ایک جھلک

(۲۵) قدوۃ السالکین

(۲۶) درودوسلام کا مقبول وظیفہ

(۲۷) التوضیح الضروری شرح القدوری

(۲۸) خطبات حبیب

(۲۹) مقالات حبیب

(۳۰) برکات قرآن

(۳۱) علماءوقائدین کے لئے اعتدل کی ضرورت

(۳۲) مسلم معاشرہ کی تباہ کاریاں

(۳۳) جمع الفوائد شرح شرح عقائد

(۳۴) جہاں روشنی کی کمی ملی وہیں اک چراغ جلادیا

(۳۵) جمال ہم نشیں

جامعہ کا مختصر تعارف

جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور سنجر پور ضلع اعظم گڈھ یوپی، انڈیا، ضلع اعظم گڈھ کا وہ قابل ذکر وفخر اور معیاری ادارہ ہے، جس کی بنیاد علاقہ کی ضرورت اور وقت کے تقاضوں کو دیکھتے ہوئے ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۴ء میں حبیب الامت، عارف باللہ حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم خلیفہ ومجاز بیعت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوریؒ نے بدست خود رکھی، اور انہی کی جہد مسلسل، سعی پیہم اور مخلصانہ کارکردگی اور محنت کا یہ ثمرہ ہے کہ چند سال کے قلیل عرصہ میں جامعہ نے تعلیمی وتعمیری اعتبار سے اتنی پیش رفت حاصل کی ہے کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں، اور روز افزوں ترقی ہر گوشہ سے دعوت نظارہ دے رہی ہے، اور جامعہ کا ہر چپہ بزبان حال یہ کہہ رہا ہے:

ہر شئی سے یہاں ہوتا ہے عیاں، فیضان علومِ حبیب اللہ
چھایا ہے ہر اک بام ودر پر، لمعانِ نجومِ حبیب اللہ

احاطۂ جامعہ صرف دار العلوم ہی نہیں، بلکہ ایک شہر علم ہے، ظاہری وباطنی، علمی وروحانی اعتبار سے معاصرین پر سبقت حاصل کرچکا ہے۔

یہ دار علوم اسلامی صد رشک ضیاء طور بنا

وسیع رقبہ پر آباد یہ شہر علم مدارس اسلامیہ ہند کی تاریخ کا ایک روشن باب بن

چکا ہے، اور سیکڑوں طالبان علوم نبوت یہاں رہ کر اپنی علمی تشنگی بجھاتے ہیں، باطنی وروحانی کیفیات کے اعتبار سے یہ ادارہ اپنی مثال آپ ہے، حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم بانی جامعہ کی علمی، روحانی، فکری وذہنی صلاحیتوں کا جلوہ صدرنگ ارتقائی شکل میں ہرطرف عیاں ہے، اس علمی گہوارہ کا اپنی مضبوط کارکردگی، اعلی تعلیم اور اپنے بلندعزائم وحوصلوں میں ایک خصوصی مقام ہے۔

جس کا نمونہ پیش کرنے سے معاصر ادارے تہی دامن ہیں۔

خدمات جامعہ ایک نظر میں

حضرات گرامی قدر قارئین!

۲۵ سال کے قلیل عرصہ میں اس نوزائیدہ علمی وروحانی پودہ نے جس انداز سے تعلیمی وتعمیری، تصنیفی وتالیفی، ظاہری وباطنی اعتبار سے ترقی کے منازل طے کئے ہیں وہ سب مشاہد ومرئی ہیں، یقیناً یہ ادارہ اپنے ارتقائی تناظر میں قابل دید وتقلید ہے، اور یقیناً اس کی ترقیات میں میرے مولائے کریم کے خصوصی فضل وکرم کے بعد اپنے بڑوں کی دعائیں وتوجہات، مخلص رفقاء کار واحباب کی ہمدردیاں، اور خدام جامعہ کی جہد مسلسل وسعی بلیغ کا وافر حصہ پایا جاتا ہے۔

بس دعاء ہے کہ اللہ پاک ان کاوشوں کو قبول فرمائے اور شجر علم کو مثمر وبارآور بنائے۔

ع......ایں دعاء از من واز جملہ جہاں آمین آباد

حضرات قارئین! درج ذیل سطور میں جامعہ کے اہم شعبوں کی اجمالی رپورٹ پیش خدمت ہے تاکہ کارکردگی پر نگاہ محبت پڑ جائے، اور آئندہ کے لئے نیا عزم وحوصلہ آپ حضرات کی حوصلہ افزائی کے طفیل میسر ہو جائے جو مستقبل کے عزائم کے لئے مہمیز کا کام کر سکے۔

(۱) شعبۂ تعلیمات:

تعلیم ہر ادارہ کی اساس اور بنیاد ہوتی ہے ہر ادارہ اپنے اپنے وسائل کے اعتبار سے عمدہ تعلیم وتربیت کا نظم کرتا ہے اور اس کے لئے اچھے اور ماہر اساتذہ کی فراہمی پر نظر رکھتا ہے اور تعلیم کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے فکرمند رہتا ہے۔

الحمد للہ اس ادارہ کے ذمہ داروں نے بھی کبھی اس زاویہ سے غفلت نہیں برتی جس کا نتیجہ ہے کہ اس سال الحمد للہ اس ادارہ میں **افتاء** کے ساتھ **تخصص فی الحدیث** کی بھی تعلیم ہورہی ہے اور اس شعبہ میں عام مدارس کے برخلاف پندرہ طلباء زیر تعلیم ہیں، اب تک الحمد اللہ اس ادارہ سے ۲۷ طلباء صحاح ستہ کی سند حاصل کر چکے ہیں اور ۳۰ طلباء شعبۂ افتاء سے فارغ ہو چکے ہیں اور ۳۰ طلباء حدیث مسلسلات سے بھی فیض یاب ہو چکے ہیں جس کی ابتداء ۱۴۳۹ھ سے ہوئی ہے۔

مزید برآں شعبۂ حفظ سے ۴۸۰/طلباء فارغ ہوکر مختلف علاقوں میں خدمت دین میں مصروف ہیں۔

۱۴۳۹ھ سے چھ کمپیوٹر کے ذریعہ کمپیوٹر کی بھی تعلیم کا آغاز ہو چکا ہے جس سے دار الاقامہ میں رہنے والے مقیم طلباء استفادہ کررہے ہیں۔ اسی کے ساتھ کئی سال سے مستقل مکاتب کے قیام کا سلسلہ بھی جاری ہے، اب تک الحمد للہ 10 مکاتب قائم ہو چکے ہیں مرکز اور مکاتب ملا کر 1300 طلباء اور طالبات دینی تعلیم

سے مستفید ہورہے ہیں اور 40 مدرسین وملازمین مصروف خدمت ہیں جن کوحسب صلاحیت مشاہرہ دیا جارہا ہے۔

(۲) شعبۂ تصنیف وتالیف (نشریات):

الحمدللہ شروع ہی سے جامعہ میں تصنیف وتالیف کا بھی ایک مستقل شعبہ رہا ہے جس کے ذریعہ اہم علمی مقالات ومضامین کی ترتیب وتدوین کی خدمت انجام دی جاتی رہی ہے، الحمدللہ اس شعبہ سے آج تک ۳۰ کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہوکر مقبول خاص وعام ہوچکی ہیں۔

(۳) شعبۂ کتب خانہ:

الحمدللہ جامعہ کے کتب خانہ میں مختلف علوم وفنون کی درسی وغیر درسی کتابیں معتد بہ مقدار میں شروع سے موجود ہیں، جس سے طلباء واساتذہ مستفید ہوتے رہے ہیں، لیکن اب وسیع وعریض کتب خانہ کی تعمیر کی تکمیل کے بعد کتابوں کی ضرورت دوچند ہوگئی ہے جن کی تحصیل کے لئے ایک کثیر رقم کی ضرورت ہے۔

الحمدللہ فقہ اور حدیث کی اہم کتابوں کا اضافہ ہوا ہے جس سے افتاء اور تخصص فی الحدیث کے طلباء واساتذہ استفادہ کرر ہے ہیں۔

(۴) دارالافتاء والارشاد:

الحمدللہ شروع ہی سے دارالافتاء بھی جامعہ میں قائم ہے اور ہمیشہ اس شعبہ کو

باعتماد وباشعور ارباب افتاء کی خدمات حاصل رہی ہیں، تقریری وتحریری، مقامی وبیرونی سوالات کے تشفی بخش جوابات یہاں سے دیئے جاتے ہیں، اسی طرح اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا اورادارہ مباحث فقہیہ اوردیگرفقہی اداروں کےسوالات کے جوابات بشکل مقالہ ارسال کئے جاتے ہیں، اورالحمدللہ فقہ وفتاوی کی اہم کتابیں دار الافتاء میں موجود ہیں۔

اور ۲۰۱۵ء سے جامعہ میں **دار القضاء** بھی قائم ہے جس کے تحت دیگر امور کے ساتھ نکاح سرٹیفکٹ بھی دیا جاتا ہے۔

(۵) شعبہ مطبخ:

الحمدللہ شروع ہی سے جملہ شعبوں کے ساتھ مطبخ بھی جامعہ میں قائم ہے، جس کے ذریعہ غریب ونادار اور مستحق اعانت طلباء کے خورد ونوش کا معقول انتظام کیا جاتا ہے، جن کو صبح ناشتہ میں چنا، دوپہر شام میں ہاتھ کی بنی ہوئی روٹی، چاول، سبزی، ہفتہ میں چار مرتبہ گوشت۔

(۶) شعبہ برقیات:

جامعہ میں تعلیمی نظام کی بحالی کی غرض سے ذاتی روشنی کے حصول کے لئے شروع سے ہی جنریٹر کا بھی نظم ہے، جس کو حسب ضرورت استعمال کیا جاتا ہے۔

(۷) شعبۂ تعمیرات:

الحمد للہ اس قلیل عرصہ میں ہوش ربا گرانی کے باوجود جتنا تعمیری کام ہوا ہے وہ یقیناً قابل تشکر ہے، طویل وعریض دیدہ زیب مسجد اور ۸۰ کمروں کے علاوہ جدید کشادہ کتب خانہ، دار الحدیث، دار الافتاء والارشاد، دار التصنیف والتالیف، دار المطالعہ کی تعمیر مکمل ہوچکی ہے، اس کے علاوہ غریب علاقوں میں سات مساجد کی تعمیر ہوچکی ہے، جن میں سے چار مساجد چمپارن میں اور ایک مسجد مرادنگر غازی آباد میں اور دو مسجد پورنیہ بہار میں بنی ہے۔

(۸) مکاتب وامور رفاہی:

یہ شعبہ جو کئی سال سے چل رہا تھا کام کی زیادتی کی وجہ سے اس کو الگ کر کے الحبیب ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے نام سے رجسٹرڈ کرالیا گیا ہے، اور اس کے تحت مکاتب کا قیام، مساجد کی تعمیر، امداد غرباء ومساکین وبیوگان، نظم افطاری وسحری، غریب بچیوں کی شادی، تنخواہ ائمہ ومؤذنین، ریلیف، قربانی، امداد مدارس وتنظیمات، ودیگر امور انجام پذیر ہورہے ہیں اور الحمد للہ یہ شعبہ بھی بحسن وخوبی ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور مذکورہ بالا مدات میں عموماً وہی رقمیں صرف ہوتی ہیں جو انہی مدات کے لئے حضرات مخیّرین کی طرف سے آتی ہیں۔

☆ ☆ ☆



حبیب الفتاوی
تحقیقات فقہیہ
NUKOOSH E HABIB